تحریر: ڈاکٹر محمود الحسن عارف

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ

بحیثیت شاگرد امام العصر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

حضرت قاضی صاحب کو قدرت نے بہت سی سعادتوں سے بہرہ اندوز کیا تھا: وہ اپنے جدی سلسلے سے بتیس واسطوں کے ساتھ حضرت عثمان ذی النورین کی اور ننھیالی جانب سے چالیس پشتوں کے ذریعے حضرت ابو ایوب انصاری میزبان نبوی کی اولاد ہیں۔ ان کی ددھیال چشتیہ سلسلے کے قطب الاقطاب حضرت مخدوم جلال الدین عثمانی پانی پتی (م ۷۶۵ ھ ر ۱۳۶۳ ء) سے اور ننھیالی خاندان شیخ الاسلام عبداللہ انصاری المعروف بہ پیر ھرات (م ۴۸۱ ھ ر ۱۰۸۸ ء) کے ذکر سے معطر و مزین ہے۔ قاضی صاحب کے خاندان میں تقریباً بارہ پشتوں سے "علم دین" کا سلسلہ متوارث ہوتا ہوا ان کی ذات تک پہنچا اور ان کی اولاد بھی کئی نسلوں تک علم دین کی وارث و حامل رہی۔ قاضی صاحب کے دادا قاضی ہدایت اللہ عہد مغلیہ میں پانی پت کے قاضی اور ایک نامور عالم دین تھے۔ شیخ محمد عابد سنامی (م ۱۱۶۰ ھ ر ۱۷۴۷ ء) سا مرشد کامل ان کے زیر درس رہ چکا تھا اور قاضی صاحب کے والد قاضی محمد حبیب اللہ کے علم و فضل کا یہ حال تھا کہ ان کے مرشد کامل نے خرقہ خلافت دینے کے بعد ان کی تربیت کا آغاز کیا تھا۔ دوسری طرف ان کے نانا نواب لطف اللہ خان شمس الدولہ بہادر تہور جنگ دربار مغلیہ کے چھ ہزاری منصب دار تھے۔ اسطرح قاضی صاحب کی ذات دین و دنیا کا ایک حسین امتزاج تھی۔

قاضی صاحب مشہور مردم خیز قصبے "پانی پت" میں تخمیناً ۱۱۴۰ ھ ر ۱۷۲۷ء اور ۱۱۴۳ ھ ر ۱۷۳۰ ء کے مابین پیدا ہوئے۔ یہیں انھوں نے شہر کے علماء و فضلاء سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ انھوں نے محض سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور سولہ سترہ سال کی عمر میں کتب درسیہ سے فراغت حاصل کرلی تھی۔ مزید لطف کی بات یہ ہے کہ انھوں نے اس سولہ سترہ برس کی عمر میں اپنی پہلی کتاب "احقاق حق" تصنیف فرمائی۔ جو حضرت مجدد الف ثانی پر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے اعتراضات کے مدلل جوابات پر مشتمل ہے۔

تحصیل علم میں بھی قدرت نے انھیں بہت سی سعادتوں سے بہرہ ور کیا تھا: انھوں نے بیک وقت ہندوستان کے تین نامور محدثین سے حدیث کا علم حاصل کیا، جن میں امام العصر شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی (م ۱۱۷۴ھ ر ۱۷۶۲ء) شاہ فخر الدین الہ آبادی محدث (م ۱۱۶۳ھ ر ۱۷۵۰ء) اور مرزا مظہر جانجاناں دہلوی (م ۱۱۹۵ھ ر ۱۷۸۰ء) جیسے اکابر حضرات شامل ہیں ' مرزا مظہر جانجاناں جو قاضی صاحب کے خصوص مربی و سرپرست بھی تھے ۔ بہت بڑے صوفی کامل ہونے کے ساتھ اونچے درجے کے محدث بھی تھے ۔ اور اپنی خانقاہ میں باقاعدہ درس حدیث دیا کرتے تھے ۔ اور جو شیخ محمد افضل سیالکوٹی (م ۱۱۴۶ھ ر ۱۷۳۳ء) تلمیذ شیخ عبداللہ سالم مکی کے شاگرد اور امام العصر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ہم سبق تھے ۔

امام العصر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مرزا مظہر جانجاناں شہید کے مابین نہایت خوشگوار مراسم قائم تھے ۔ بعض مآخذ سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں کے درمیان شاگردوں اور مستفیدین کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا ۔ حضرت شاہ صاحب اپنے خطوط میں مرزا صاحب کو بجا طور پر " قیم طریقہ احمدیہ " اور " راعی سنت نبویہ " لکھتے تھے اور حضرت مرزا صاحب بھی حضرت شاہ صاحب کا غایت درجہ ادب و احترام ملحوظ رکھتے تھے ' قاضی صاحب کا تعلق ابتداء حضرت مظہر سے ہی قائم ہوا تھا ' اس لئے یہ قیاس ہوتا ہے کہ غالباً انہوں نے ہی قاضی صاحب کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں بغرض استفاد علم حدیث ارسال کیا تھا : بہر یہ قاضی صاحب کی بھی انتہائی خوش نصیبی تھی کہ انہیں شیخ ملا تو حضرت مظہر جانجاناں شہید سا اور استاد حدیث ملا تو امام العصر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسا ۔

امام العصر شاہ ولی اللہ کی زندگی کا یہ وہ دور تھا کہ جب ان کی حجاز مقدس سے واپسی ہوچکی تھیں (۱۱۴۵ھ) اور وہ اس وقت اپنے علم و فکر کی اس انتہا کو پہنچ چکے تھے جو ان کی عظیم الشان کتب حجۃ اللہ البالغہ اور تفہیمات الٰہیہ وغیرہ میں نظر آتی ہے ۔ اس وقت " اکہرے دالان ' تین دروالی صندوق نما لداو والی مسجد اور ایک کٹہرے " پر مشتمل " مدرسہ رحیمیہ " کی شہرت کا آفتاب عالمتاب عین نصف النہار پر تھا ۔ اس دور میں تاریخ اسلام کا یہ نامور معمار قوم نونہالان وطن میں مستقبل کے ایسے گوہر نایاب تلاش کرنے اور انہیں تراش خراش کو عظیم مقاصد کے لئے تیار کرنے میں مصروف تھا ' جو اس کے مشن اور پروگرام کو اقصائے عالم تک پہنچا سکیں اور یہ اس درسگاہ کی بھی خوش بختی تھی کہ انہیں ایسے جواہرات تلاش کرنے میں مایوسی نہیں ہوئی ۔ خود قاضی صاحب بھی ایسے ہی بیش قیمت جواہرات میں شامل تھے ۔

حضرت قاضی صاحب جن ایام میں امام العصر شاہ ولی اللہ کے ہاں زیر تعلیم تھے (اندازاً ۱۱۶۰ھ ر ۱۷۴۶ء) ان دنوں میں مرزا صاحب کے ہاں بھی کئی کئی روز تک حاضر نہ ہوسکتے تھے ۔ مرزا مظہر جانجاناں شہید کو قاضی صاحب سے غایت درجہ محبت تھی جس میں عقیدت کا رنگ بھی جھلکتا تھا اس لئے انہیں قاضی صاحب کی غیر حاضری نہایت شاق گزرتی تھی ۔ چنانچہ مرزا صاحب نے امام العصر

کو ایک مکتوب میں لکھا ' جس میں ان سے چند مسائل بھی پوچھے اور قاضی صاحب کے بارے میں استفسار کیا کہ وہ کب تک امام العصر کے ہاں زیر تعلیم رہیں گے ۔ اس کے جواب میں شاہ صاحب نے رقم فرمایا :

" مولوی ثناء اللہ مصابیح و صحیحین اسماع نمودند مستعد کتب ستہ بلکہ عشرہ متداولہ اند ۔

بہمیں توجہ ہمت سامی توقع است کہ آئندہ بظہور رسد و بعد ازاں احرام صحبت شریف بندند۔"

مولوی ثناء اللہ مصابیح اور صحیحین (صحیح بخاری مسلم) پڑھ چکے ہیں اور اب صحاح ستہ بلکہ عشرہ متداولہ پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ آپ کی مبارک توجہ کے باعث امید ہے کہ ان کا مقصد پورا ہوگا ۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا احرام باندھیں گے ۔

امام العصر شاہ ولی اللہ کے خط سے ان دونوں اکابرین امت کے ہاں قاضی صاحب کے مقام و مرتبے کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے ' علاوہ ازیں اس سے قاضی صاحب کی تحصیل علم کے لئے مستعدی اور اس میں گہرے انہماک کا تاثر بھی ملتا ہے ۔

تحصیل علم حدیث سے فراغت ہو جانے کے بعد بھی قاضی صاحب ' امام العصر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ہاں آتے جاتے رہتے اور ان سے استفادہ علمی کرتے رہتے تھے ۔ چنانچہ امام العصر کے وصال سے چند سال پیشتر کے ایک خط میں بھی قاضی صاحب کا ذکر ملتا ہے ' امام العصر تحریر فرماتے ہیں :

بعد سلام واضح باد کہ مولوی ثناء اللہ بار قیہ کریمہ رسیدند موجب مسرت گردید...... توقع آنست کہ در اوقات موجودہ دعاے سلامت از آفات ظاہرہ و باطنہ در حق بندہ ضعیف و فرزندان ومتعلقان بوجود می آمدہ باشد ' والسلام ۔

سلام کے بعد واضح ہو کہ مولوی ثناء اللہ مکتوب گرامی کے ساتھ پہنچے (اس یاد آوری) پر بے حد خوشی ہوئی .... امید ہے کہ خصوصی اوقات میں میرے لئے ' اور میرے فرزندان اور متعلقین کے لیے ظاہری و باطنی آفتوں سے سلامتی کی دعا کا سلسلہ جاری رکھیں گے ' والسلام ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فراغت کے بعد بھی قاضی صاحب نے امام العصر کے ہاں آمد و رفت کا باقاعدہ سلسلہ جاری رکھا ۔

۲ ۔ عملی زندگی ۔

یہاں تک تو قاضی صاحب کے امام العصر سے استفادہ علمی کا ذکر تھا ۔ اب قاضی صاحب کی عملی زندگی میں ولی اللہی اثرات پر بھی چند اشارات پیش کیے جاتے ہیں ۔

امام العصر جب ۱۱۴۵ھ / ۱۷۳۳ء میں حجاز اقدس کے سفر سے واپس تشریف لائے تو ان کے

سامنے " امت " کی اصلاح کا ایک واضح نصب العین تھا ۔ چنانچہ انہوں نے ہندوستان واپسی کے ساتھ ہی اپنے اس پروگرام پر عمل درآمد شروع کردیا ۔ امام العصر شاہ ولی اللہ کا نصب العین زندگی کے محض ایک دو پہلوؤں کی اصلاح نہ تھا بلکہ ان کا نصب العین یہ تھا کہ مسلمانوں کی زندگی کا ہر گوشہ اپنی اصلی آب و تاب کے ساتھ نمایاں ہو کر سامنے آ جائے ۔

قدرت نے امام العصر کو ایک ایسے زمانے میں بھیجا تھا جب فی الواقع امت کو ان جیسے رہنما کی اشد ضرورت تھی ۔ دنیائے اسلام اس وقت اختلاف و انتشار کے آخری نقطے کو پہنچ رہی تھی ہندوستان میں مسلمانوں کی صدیوں کی حکومت کا سایہ اب برائے نام باقی تھا ۔ ہندوستان کے طول و عرض میں غیر مسلم طاقتیں ہندو جاٹوں ' مرہٹوں اور سکھوں کی صورت میں منظم ہو رہی تھیں ۔ یورپین طاقتوں نے بھی ہندوستان کے ساحل پر مکر و فریب اور سازشوں کے ذریعے اپنی اپنی طاقتوں کا مظاہرہ شروع کر دیا تھا ۔ عالمی سطح پر بھی مسلمان زوال و انتشار کا شکار تھے ۔ سلطنت عثمانیہ اندرونی خلفشار میں مبتلا تھی اوریورپین ممالک سے اس کی پسپائی کا عمل اس صدی سے شروع ہوچکا تھا ۔ الغرض دنیائے اسلام کو اس وقت فی الواقع ایک ایسے امام و قائد کی ضرورت تھی جو زندگی کے ہر پہلو میں وقت کے تقاضوں کے مطابق ان کی رہنمائی کرسکے ۔

اس پس منظر میں امام العصر نے اپنے تجدیدی کام کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا (۱) ان کے تجدیدی کام کا مرحلہ اول یہ تھا کہ امت کی فکری و علمی رہنمائی کی جائے ' اس دور کا مسلمان طرح طرح کے رسم و رواج میں مبتلا ہو کر اپنا دین و مذہب گم کر بیٹھا تھا ۔ اور رسوم و رواج ہی کو دین و شریعت کا مقام دیا جا رہا تھا ادھر دینی درسگاہوں میں منطق و فلسفہ نے حدیث و تفسیر کی جگہ حاصل کرلی تھی اور علماء و فضلا زندگیوں کا بیشتر حصہ انہی علم کی تحصیل و تعلیم میں صرف کر دیا کرتے تھے ۔ امام العصر نے حدیث اور تفسیر کو ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں اپنا مقام دلایا ۔ آج دنیا بھر میں حدیث پڑھنے پڑھانے کے لئے ان سے عملی ۔ ان سے بہتر اور ان سے کثیرالاشاعت اور کوئی سند ہے ہی نہیں ۔

حدیث کی طرح امت قرآن سے بھی واجبی سا تعلق قائم رکھے ہوئے تھی ' امام العصر نے اس تعلق کو بھی از سر نو مستحکم کیا اور ترجمہ فارسی ترجمہ و تفسیر فتح الرحمان لکھ کر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ایک بہت بڑی تحریک کا آغاز کیا ۔

فقہ کی دنیا میں امام العصر نے گرانقدر خدمات انجام دیں ۔ مسالک کے مابین فقہی اختلافات کو کم کیا ۔ دور جدید کے تقاضوں کے مطابق آٹھ شرائط پر پورا اترنے والے فقہا کو اجتہاد کرنے کی ترغیب دی اور اجتہاد کو ہر دور کے لئے فرض کفایہ قرار دیا ۔ الغرض فکری و علمی دنیا میں ان کے بے شمار

کارہائے نمایاں ہیں ۔ جن کا ذکر موجب طوالت ہوگا ۔

(۲) جبکہ اس کا دوسرا مرحلہ اسلام کے غلبے کے لئے سیاسی کوششوں کا آغاز ہے ۔ وہ ہندوستان کی تاریخ کے پہلے شخص تھے ' جنھوں نے " درویش " ہوتے ہوئے بھی بادشاہوں جیسا کردار ادا فرمایا اور ایک ایسی عظیم سیاسی و مذہبی تحریک کی بنیاد رکھی جس کے اثرات علماء دیوبند کی جدوجہد کی صورت میں اس وقت بھی باقی ہیں اور شاید قیامت تک باقی رہیں گے ۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی بھی اپنے بلند مرتبہ استاد سے بہت زیادہ متاثر تھے ' اس لئے اگر یہ کہا جائے تو بجا ہوگا کہ انھوں نے بھی اپنی پوری زندگی اپنے عظیم المرتبت استاد کے نصب العین کی تعمیل و تکمیل میں صرف کر دی ۔

قاضی صاحب نے امام العصر سے " عشرہ متداولہ " (حدیث کی دس بڑی کتابیں) کیا پڑھی تھیں کہ اس سے ان کی زندگی کا نقشہ ہی بدل گیا ۔ قاضی صاحب نے مختلف علوم وفنون پر کم و بیش ۳۶ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ۔ ان میں سے آپ کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں اس میں آپ کو حدیث کا رنگ غالب نظر آئے گا ۔ ایک چھوٹی سی مثال پیش کرنا مناسب ہوگا ۔

قاضی صاحب نے علم ضرورت کے مسائل پر ایک چھوٹی سی فارسی کتاب " مالا بدمنہ " (جس کے بغیر چارہ نہ ہو) لکھی ہے بظاہر تو یہ ایک عام سی کتاب ہے اور مبتدی طلباء کے لئے لکھی گئی ہے ۔ مگر اس میں بھی حیرت انگیز طور پر حدیث اور مسالک اربعہ کے جمع و تطبیق کا رنگ غالب ہے ' مثلا ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں :

" در فجر قراء ت طویل خواند ۔۔ ابوبکر صدیق

---- در نماز فجر دریک رکعت ۔ سورہ بقرہ خواندہ و پیغمبر در دو رکعت مغرب سورہ اعراف خواند و عثمان در نماز فجر اکثر سورہ یوسف میخواند لیکن رعایت حال مقتدیان ضرور است

حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز فجر کی ایک رکعت میں سورہ بقرہ پڑھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورہ اعراف پڑھتے تھے ۔ حضرت عثمانؓ فجر میں اکثر سورہ یوسف تلاوت فرماتے تھے ۔ لیکن مقتدیوں کے حال کی رعایت رکھنا ضروری ہے ۔

اس طرح دیہات میں نماز جمعہ کے بارے میں فرماتے ہیں :

" پس نزد امام اعظم در دیہات جمعہ جائز نیست و نزد شافعی و اکثر ائمہ جمعہ جائز است

امام اعظم کے نزدیک دیہات میں جمعہ جائز نہیں ۔ مگر امام شافعی اور اکثر ائمہ کے نزدیک جائز ہے ۔

اسی طرح انھوں نے قرآنی علوم کے عام کرنے کے لئے عربی زبان میں " تفسیر مظہری " تصنیف فرمائی ۔ راقم الحروف نے اپنے تحقیقی مقالے میں یہ ثابت کیا ہے کہ " تفسیر مظہری " عربی زبان میں :

ہندوستان بھر میں پہلی باقاعدہ مکمل تفسیر ہے۔ اس سے پہلے جو تفاسیر لکھی گئی ہیں انہیں مکمل تفاسیر ہرگز نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اور یہ تفسیر امام العصر شاہ ولی اللہ کے معارف قرآنیہ کو عام کرنے کے مشن کا ہی حصہ ہے۔

قاضی صاحب نے اپنے بلند پایہ استاد کے تصور فقہ و اجتہاد کو مکمل طور پر اختیار کیا۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں اور بعض دیگر کتابوں میں اس موضوع پر اتنا مفصل اور جامع کام کیا ہے کہ ہندوستان بھر کی مسلم تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ وہ اپنے استاد و مربی امام العصر شاہ ولی اللہ سے اس بارے میں پوری طرح ہم آہنگ ہیں، کہ حدیث پر کسی کے قول و قیاس کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ اپنے اس اصول کے تحت انہوں نے کس جگہ شوافع اور دوسرے اہل مسالک کی خبرلی ہے۔ تو خود احناف کو بھی معاف نہیں کیا۔ وہ خود ایک مقام پر امام ابو حنیفہ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں:

عن عبداللّٰہ بن المبارک قال سمعت ابا حنیفہ یقول اذا جاء عن النبی صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم فعلی الراس و العین .... و نقل انہ قال اذا اصح الحدیث فھو مذہبی (۱۳) .....

عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جب کوئی آنحضرت صلی اللہ علی وآلہ وسلم کی حدیث ملے تو وہ ہمارے سر آنکھوں پر۔ اور اس طرح ان سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ جب کوئی صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مسلک ہے۔

علاوہ ازیں، تصوف کے میدان میں بھی انہوں نے بہت کچھ لکھا اور تصنیف کیا اور اپنے استاد محترم کی تعلیمات کے مطابق وہ تصوف کو احسان قرار دیتے ہیں، انہوں نے "احسان" کے باب کو اپنی فقہ کی کتاب "مالا بدمنہ" میں بھی شامل کیا ہے، حالانکہ فقہاء اپنی کتابوں میں تصوف کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتے، مزید برآں انہوں نے تفسیر مظہری میں صوفیانہ معارف و نکات کو ہر جگہ نمایاں طور پر پیش کیا ہے۔ تاکہ ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کی بھی اصلاح ہوسکے، وہ اپنی تفسیر میں اصلاح کے نقطہ نظر سے ہی فقرا کے دامن سے وابستہ ہونے کو فرض و واجب قرار دیتے ہیں۔

عملی زندگی میں "روزگار" کے طور پر انہوں نے منصب قضا کو اختیار فرمایا۔ حالانکہ بظاہر دنیوی کاموں اور سرکاری مناصب میں انہماک و صوفیاء کے منصب کے خلاف ہے۔ لیکن جیسا کہ راقم الحروف نے اپنے تحقیقی مطالعے میں ثابت کیا ہے کہ قاضی صاحب کا عہدہ قضا کو قبول کرنا اور کم و بیش نصف صدی تک اس کے ذریعے اہل علاقہ کی خدمت کرنا اپنے استاد و مربی کے مشورہ کے عین مطابق تھا۔ اور قاضی صاحب کا یہ اقدام امام العصر کی سیاسی پالیسی کا ہی حصہ ہے۔ کیوں کہ وہ دور سخت افراتفری اور انتشار کا دور تھا۔ غیر مسلم طاقتیں اپنی اپنی جگہ منظم ہو رہی تھیں۔ ان حالات میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مرزا مظہر جانجاناں شہید نے ایک واضح پروگرام کے تحت اپنے اپنے

شاگردوں اور فیض یافتگان کو مختلف علاقوں ، مختلف لشکروں اور مختلف دفاتر میں مامور فرمایا ۔ ان کے ان شاگردوں کے ذریعے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ لوگوں کو صالح قیادت میسر آئی اور دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ ان افراد کے ذریعے مختلف عمال اور گورنروں کے ساتھ قریبی رابطہ اور تعلق پیدا ہوا ۔ ان دونوں بزرگوں نے اس تعلق کو مسلمانوں کی تنظیم اور وحدت پیدا کرنے کے لئے بھرپور طریقے سے استعمال کیا ۔ چنانچہ بطور قاضی ، قاضی صاحب کو ، دہلی ، پانی پت اور بعض دیگر نواحی علاقوں میں کام کرنے کا موقعہ ملا ۔ اور وہ غازی الدین عماد الملک (موجود ۱۷۵۹ ء) ، نواب نجیب الدولہ (م ۱۱۸۴ ھ ر ۱۷۷۰ ء) ، نواب افضل الدولہ (برادر نواب نجیب الدولہ) نواب ضابطہ خان (م ۱۱۹۹ ھ ر ۱۷۸۴ ء) ، نواب ابوالقاسم (م ۱۷۷۶ ء) ملا رحیم دار روہیلہ اور نواب مجدالدولہ کے ساتھ منسلک رہ کر کام کرتے رہے ۔ یہ تمام لوگ وہ ہیں جو اس زمانے کی مسلم سیاست کے اہم ستون تھے ۔ اور جیسا کہ تاریخی شہادت سے ثابت ہے کہ ان میں سے چند ایک ایسے ہیں جن سے امام العصر شاہ ولی اللہ نے بھی ہندوستان کی مسلم دنیا کو بچانے کا کام لیا ۔

جب امام العصر کے ایما پر ابدالی نے پانی پت کے میدان میں مرہٹہ طاقت کو ہمیشہ کے لئے پلٹا اور بلامبالغہ اس میدان میں لاکھوں مرہٹے کام آئے ، اس وقت بھی قاضی صاحب پانی پت میں موجود تھے اور علاقے کے حاکم تھے ۔ قاضی صاحب کی انہی خدمات کے پیش نظر ان کو پانی پت کا قلعہ دار بنانے کی بھی تجویز ہوئی ۔ حضرت مظہر جانجاناں چاہتے تھے کہ قاضی صاحب یہ عہدہ قبول کرلیں ۔ لیکن قاضی صاحب نے اس کو اپنی ذات کے لئے پسند نہ فرمایا ۔ الغرض قاضی صاحب کا یہ عہدہ بھی ان بزرگوں کی منشا کے عین مطابق تھا اور ان کی وجہ سے علاقے میں ایسا امن و امان دیکھنے میں آیا جو اس دور میں کسی جگہ دیکھنے میں نہ آیا ۔ مولوی نعیم اللہ بڑائچی لکھتے ہیں :

فقیر کاتب گوید کہ ایں چنیں اجرای و نفاذ احکام شریعت از برکت وجود شریف ایشاں کہ در قصبہ پانی پت بود باوجود غلبہ کفار مرہٹہ موجود است در ممالک دیگر اسلام بالفعل یافتہ نمیشود ۔

فقیر کاتب یہ کہتا ہے کہ ان کی وجہ سے قبضہ پانی پت میں احکام شریعت کا نفاذ باوجود کفار مرہٹہ کے سیاسی فیصلہ کے ہوتے ہوئے ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ فی الوقت دوسرے کسی اسلامی ملک میں بھی ایسا نفاذ شریعت موجود نہیں ہے ۔